مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی
لاہور

خانقاہِ سراجیہ مجددیہ کندیاں

متحدہ پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے جو حرکت کی اس سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے لیکن "شھد شاہد من اھلھا" کے مصداق قدرت نے ایسا انتظام کردیا کہ "لدھارام" حکومت کے لئے بلائے ناگہانی بن گیا اور سر سکندر اور اس کے سرپرستوں، گماشتوں اور بہی خواہوں کو ذلت و ندامت سے دوچار ہونا پڑا۔

اس کیس کے سلسلہ میں شاہ جی جیل میں تھے کہ مولانا ظہور احمد بگویؒ ان سے ملنے گئے۔ مولانا بگوی ضلع جہلم کے گاؤں "بگہ" کے رہنے والے تھے ان کے آباؤ اجداد نے دہلی کے مدرسہ شاہ ولی اللہؒ میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد یہ خاندان لاہور سے بھیرہ تک علمی خدمات میں مصروف رہا مولانا ظہور احمد کو خاندان میں بڑی شہرت ملی اس لئے کہ وہ ایک فاضل مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی بہادر اور زیرک انسان تھے خاندان کے بہت سے افراد ابتدا میں سرگودھا کی معروف چشتی نظامی گدی سیال شریف سے وابستہ تھے جس کو خواجہ شمس الدین رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے مرد مومن نے بسایا تھا، خواجہ ضیاء الدین اس خاندان کے بلند مرتبت اور مجاہد انسان تھے۔ بعد کے حضرات کے حالات کے سبب بگوی خاندان کا ایک حصہ وہاں سے الگ ہوگیا اور میانوالی کی خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بزرگوں سے رابطہ کرلیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا کندیاں کی اس خانقاہ کے بانی مولانا احمد خان رحمہ اللہ تعالیٰ سے بہت گہرا تعلق تھا اور مولانا ظہور احمد ان کے مرید تھے ساتھ ہی شاہ کی بزم جہاد کے مخلص ساتھی، اس لئے جب وہ جیل میں شاہ جی سے ملے تو شاہ جی نے کہا کہ حضرت کی خدمت میں سلام کے بعد پیغام پہنچائیں کہ آپ کی موجودگی میں میرا یہ حال؟ مولانا ظہور احمد ملاقات کرکے واپس آئے تو بھیرہ میں ان کے مدرسہ میں موجود زیب سجادہ مولانا خان محمد زید مجدھم زیر تعلیم تھے اس مدرسہ کے بانی مولانا ظہور احمد کے بزرگ تھے مولانا احمد خان اُس کی سرپرستی فرماتے انہی کے حکم سے میرے داداجان اور مربی و استاذ حافظ غلام یاسین قدس سرہ نے یہاں ۳۱ برس پڑھایا میرے اباجان مولانا محمد رمضان علوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ تعلیم یہیں ہوئی۔ ایک وقت تک شمالی پنجاب میں یہ سب سے بڑا ادارہ تھا اور اس کو علمی حلقوں میں بڑا احترام حاصل تھا۔ مولانا ظہور احمد نے فوری طور پر مولانا خان محمد کو کندیاں بھیج دیا، وہ حضرت مولانا احمد خان کے قریبی عزیز بھی تھے۔ حضرت مولانا خان محمد نے بتلایا کہ حضرت اقدس وضو فرمارہے تھے حاضر ہوکر سلام عرض کیا مولانا بگوی کے ذریعہ شاہ جی کا پیغام پہنچایا حضرت اقدس نے اعتماد علی اللہ کی بھرپور دولت کے بل بوتے پر فرمایا اللہ نے چاہا تو انہیں کچھ نہ ہوگا مولانا احمد خان بڑے باخدا بزرگ تھے۔ علمی اعتبار سے بلند مقام کے حامل۔ انہوں نے اپنے علمی ذوق کی تسکین اور علماء و طلباء کی خدمت کے لئے بہترین کتب خانہ فراہم کیا جو ان کے لائق اور قابل احترام جانشینوں کی علم دوستی اور بھرپور توجہ کے سبب برابر ترقی پذیر ہے اور ایک مثالی کتب

خانہ شمار ہوتا ہے۔ مولانا سید محمد انور شاہ حضرت کی دعوت پر وہاں تشریف لائے۔ حضرت بھی اکثر دیوبند شاہ صاحب کے مہمان ہوتے۔ خانقاہ شریف شاہصاحب تشریف لائے توانہیں کتب خانہ دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔ بہت محظوظ ہوئے اور خوب استفادہ فرمایا۔ حضرت اقدس نے شاہ صاحب کو اس طرح مہمان رکھا جیسے کوئی شاہی مہمان ہوتا ہے آپ خود اور آپ کے اکلوتے فرزند شاہصاحب کی خدمت کے لئے ہر وقت خود موجود رہتے حضرت کے اکلوتے فرزند شاہصاحب کے ہونہار شاگرد بھی تھے۔ عالم شباب میں موت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ عظیم باپ نے مثالی صبر و ہمت کا مظاہرہ کیا۔ ان کے دو فرزندان عزیز تھے ہمارے مخلص و مہربان کرم فرما عارف صاحب سال گذشتہ رمضان شریف میں جوہر آباد جاتے ہوئے گاڑی کے حادثے میں شہید ہوگئے۔ محب گرامی زاہد صاحب درویش منش انسان اور باخدا ہیں ایک عرصہ سے کویت میں مقیم ہیں احقر کے تمام خاندانی بزرگوں دادا جان اور والد صاحب کا روحانی تعلق خانقاہ شریف سے ہی تھا۔ دادا جان کا حضرت اقدس کے اکلوتے فرزند سے گویا محبت و دوستی کا علاقہ تھا اور حضرت اقدس کی ان پر گہری نظر تھی اور بہت محبت کا برتاؤ تھا۔

رمضان شریف یاران طریقت کے لئے موسم گل ہوتا ہے۔ خانقاہ شریف میں رمضان کی راتیں اس طرح گذرتی رہیں کہ سینکڑوں بندگان خدا رات بھر قرآن سنتے سناتے اور قیام اللیل میں مشغول رہتے ہیں۔ تین حفاظ یکے بعد دیگرے دس دس دن میں قرآن کریم تراویح میں سناتے ہیں حضرت مولانا خان محمد کے بقول ہمارے دادا جان کو بھی دو مرتبہ یہ سعادت میسر آئی۔ یہ بات حضرت اقدس کی ان پر شفقت، اعتماد اور محبت کی مظہر تھی اور یہ بھی کہ قدرت نے انہیں قرآن عزیز سے ایک خاص تعلق عطا فرمایا تھا۔ خانقاہ شریف پر تراویح میں قرآن سنانا ہر کس و ناکس کا کام نہ تھا اس کے لئے منتخب روزگار افراد کو ہی موقعہ ملتا۔

میانوالی کے معروف بزرگ عالم مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالی حضرت اقدس کے شیخ خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ تعالی کے استاذ بھی تھے اور مولانا کے سلوک کی تکمیل بھی ان سے ہوئی۔ خواجہ محمد عثمان دامانی رحمہ اللہ تعالی کے حالات و ملفوظات اور معمولات کا مجموعہ "فوائد عثمانی" مولانا کی نظر ثانی کے بعد ہی شائع ہوا۔ اس حوالہ سے مولانا حسین علی اور مولانا احمد خان پیر بھائی تھے لیکن ایک نسبت سے مولانا حسین علی، حضرت اقدس کے بزرگ تھے کہ وہ شیخ کے استاذ بھی تھے۔ لیکن مولانا حسین علی، مولانا احمد خان کو بہت چاہتے، بڑی محبت کا برتاؤ فرماتے اور ان کی عظیم شخصیت کا بڑی چاہت سے ذکر فرماتے۔

یہ لوگ جن کو ہم صوفیاء کہتے ہیں یہ عجیب لوگ ہوتے ہیں "در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق" کی مصداق یہ لوگ، اللہ تعالی کے دین کے مخلص اور اس کی مخلوق کے انتہائی ہمدرد ہوتے ہیں، خدا کی مخلوق سے گھل مل کر رہنا ان کے مسائل کے حل کی عملی تدبیر کرنا، ان کی مادی ضروریات بہم پہنچانے کے لئے کوشش کرنا ان پاکباز لوگوں کی سیرت کا حصہ ہے اور تاریخ کا یہ روشن باب ہے کہ ان بندگان بے غرض نے خانقاہوں میں تنہا بیٹھ کر زندگی نہیں گذاری بلکہ جب حالات نے انہیں میدان میں پکارا اور جس طرح پکارا انہوں نے لبیک کہا اور ضرورت پر دار و رسن تک پہنچے۔

ہمارے عوامی شاعر فیض صاحب نےایسے ہی لوگوں کے لئے کہا کہ

مقامِ فیض راہ میں کوئی جچا ہی نہیں   جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے ہم

آپ انسانی تاریخ پر ایک نگاہ ڈالیں اور صرف بر عظیم پاک و ہند کے حالات کا جائزہ لیں تو یہاں کے خانقاہ نشین بزرگ آپ کو سراپا حرکت و عمل نظر آئیں گے مسلم حکمرانوں کی ناانصافیوں پر انہیں ٹوکنا، ان کی بے اعتدالیوں کے سامنے بند باندھنا، تجارت پر بعض طبقات بالخصوص ہندو کی اجارہ داری کے خلاف جنگ لڑنا اور سب سے بڑھ کر انگریز جیسی ظالم و جابر قوت سے اپنی آزادی کے لئے ٹکرانا انہی بوریہ نشین لوگوں کا کام تھا۔ خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں کے بانی کے بزرگ ڈیرہ اسمٰعیل خان کی موسی زئی خانقاہ میں قیام پذیر تھے وہ خانقاہ مجاہدین کا بڑا مرکز تھی۔ مرحوم مستری محمد صدیق کے حوالہ سے سامنے آنے والی کتاب سے بہت سے حقائق سامنے آئے ہیں اور اندازہ ہوا ہے کہ یہ بندگانِ رب کس طرح رزم و بزم کی محافل سجاتے رہے اور انگریزی سامراج کے خلاف مصروف جدوجہد رہے۔ مولانا احمد خان اسی خانقاہ کے فیض یافتہ تھے ان کی رگوں میں تعلیم و تربیت اور جہاد و مجاہدہ کا وہی خون گردش کرتا تھا جو ان بزرگوں کا طرۂ امتیاز تھا اس لئے قدرتی بات تھی کہ وہ میدان کے مجاہد ہوتے اور بزمِ مجاہدہ کے باقاعدہ شریک ہوتے۔ چنانچہ حضرت مولانا کی حیات مبارکہ اور ان کے جانشینوں کی مجاہدانہ زندگیاں اس بات کا سب سے بڑھ کر ثبوت ہیں کہ یہ لوگ جہاں "راتوں کے راہب" تھے وہاں "دن کے شہ سوار" بھی تھے اس خانقاہ سے وابستہ حضرات کی فہرست پر ایک نظر ڈالیں تو آپ کو حیرت ہوگی کہ کیسے کیسے رزم و بزم کے انسان ہیں جن پر یہاں کی چھتری کا سایہ تھا۔

بگوی خاندان کے بزرگوں کا میں نے ذکر کیا، مولانا غلام غوث ہزاروی مولانا قاضی شمس الدین ہری پور سے لے کر ہزارہ کے آخری سرے تک علماء اور سیاسی کارکنوں کی ایک بڑی کھیپ یہاں کی تربیت یافتہ نظر آتی ہے پنجاب کے ایک ایک ضلع کو دیکھیں یا سرحد کے باقی اضلاع کو، بلوچستان کے دور دراز مقامات کا جائزہ لیں یا سندھ کے شہروں اور بستیوں میں پھریں۔ خانقاہ شریف سے وابستہ ہزارہا علماء اور سیاسی کارکن "حق ہو" کی محافل کے ساتھ "میدانِ وغا" میں گھوڑے دوڑاتے نظر آئیں گے۔ میرے آبائی ضلع سرگودھا کا پہلا ہیڈ کوارٹر شاہ پور تھا۔ پھر سرگودھا ہوا اس میں بوجوہ ضلع خوشاب پورے کا پورا شامل تھا۔ خوشاب کے علاقہ میں سون سکیسر کی پہاڑیاں اپنا ہی ایک حسن رکھتی ہیں۔ اس علاقہ میں موسی زئی شریف کے بزرگوں کی ایک خانقاہ بھی تھی جہاں ایک خاص موسم میں وہ حضرات مقیم ہوتے مشہور احرار رہنما مولانا گل شیر شہید کے اس علاقہ میں وسیع اثرات تھے۔ تقسیم ملک کے بعد قادیانی حضرات نے مسلم لیگی حکومت کی غلط بخشیوں کے سبب اس علاقہ میں اپنا گرمائی ہیڈ کوارٹر بنانا چاہا تو احرار و تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں اور بزرگوں کے سیل رواں نے ان کا راستہ روک دیا ہمارے خاندانی بزرگوں کے وسیع قطعات اراضی اس علاقہ میں تھے جنہیں وہ چھوڑ چھاڑ کر بھیرہ آباد ہوگئے اور توکلاً علی اللہ دین کی خدمت میں لگ گئے، کہنا یہ تھا کہ اس ضلع کے متعدد بزرگ علماء اور مخلص سیاسی کارکن خانقاہ سراجیہ سے وابستہ تھے اور ہیں استاذی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اور مجاہد عالم تھے ان کے فرزند مولانا احمد سعید کا رشتہ عقیدت مولانا خان محمد زید مجدھم سے تھا۔ بھکر بار تحصیل شاہپور کے بزرگ علماء اسی طرح مولانا منیر شاہ خوشابی اور ہمارے خاندان کے بزرگ سب اسی خانقاہ کے فیض یافتہ تھے اور ان سب حضرات کا عمر بھر کا معاملہ یہ تھا کہ سوز و

سازرومی اور پیچ و تاب رازی میں ان کی زندگیاں گذریں۔ جیل، مقدمات، نونوں اور ٹوانوں سے مقابلے، جمعیۃ علماء ہند، احرار اور خلافت سے وابستگی، حتی کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں مولانا غلام غوث ہزاروی جب جماعتی حکم سے زیر زمین چلے گئے تو بہت دیر ان کا قیام اسی خانقاہ کے ایک خادم صوفی احمد یار کے ڈیرے پر رہا، انہوں نے اپنے شیخ کے حکم سے اس زبردست چیلنج کو قبول کیا اور خطرات کی برستی بارش میں اپنا فرض سرانجام دیا۔

یہ سب معاملات ایسے ہیں جس سے اس خانقاہ کے مزاج و ذوق کا اندازہ ہوتا ہے مولانا احمد خان کے بعد ان کی تحریری وصیت کے مطابق لدھیانہ کے بزرگ عالم مولانا محمد عبد اللہ ان کی مسند کے وارث بنے جو لگ بھگ پندرہ برس خدمت سرانجام دے کر ۱۹۵۶ء میں آخری سفر پر روانہ ہوئے۔ مولانا لدھیانہ کے فرزند تھے تحریک آزادی میں اس ضلع کا نمایاں مقام ہے۔ دیوبند میں وہ مولانا سید انور شاہ کے زیر درس تھے کہ شاہ صاحب کی توجہ سے مولانا احمد خان سے ان کا رابطہ ہوا پھر جس طرح ہمارے حضرت شاہ عبد القادر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سرگودھا سے اٹھ کر رائے پور میں اپنے شیخ کے آستانہ پر اپنی زندگی نثار کردی اسی طرح مولانا عبد اللہ لدھیانہ کے تمام مادی وسائل قربان کر کے میانوالی کے اس صحرا میں آباد ہوگئے جہاں کسی نورجہاں کا مقبرہ تو نہ تھا کہ اسے "نے چراغے نے گلے" کا شکوہ ہو لیکن حالت ایسی ہی تھی۔ شنید ہے کہ مولانا کے خاندانی بزرگ ابتداء میں اپنے فرزند کے کھو جانے کے سخت شاکی تھے لیکن پھر وہ وقت آیا کہ خاندان کا ہر چھوٹا بڑا ان کی عظمت کا معترف ہوگیا اور ان حضرات کو دعائیں دینے لگا جن کے صدقہ مولانا عبد اللہ یہ بنے۔ میں نے نہ صرف ان کی بار بار زیارت کی بلکہ بچپن میں اپنے بھائی جان مولانا عزیز الرحمن خورشید جن کا نام حضرت ہی نے تجویز فرمایا، کی معیت میں بیعت بھی کی، تواضع، انکساری ان کا شیوہ تھا تو جلال و جمال کا وہ حسین امتزاج تھے، رسوخ فی العلم کے لئے سید انور شاہ کی سند اور رسوخ فی الطریقت کے لئے مولانا احمد خان اور پورے حلقہ کا اعتماد سب سے بڑی دلیل ہے آزادی وطن کی تحریک سے لے کر پاکستان میں ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت تک ان کے جوش جنوں کی ایک طویل داستان ہے اور ابھی بہت سے حضرات اس کے عینی گواہ موجود ہیں۔ ہمارے بزرگ عالم مولانا عبد الحنان ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مزاج کے اعتبار سے ایک معیاری انسان تھے اور معیاری انسانوں کے سوا ان کی نظر میں کوئی جچتا نہ تھا آخر جس نے انور شاہ سے فیض حاصل کیا اور مولانا مدنی اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کے ساتھ کام کیا اس کی نگاہ میں کوئی کیسے جچتا؟ مولانا محمد عبد اللہ ان کے رفیق درس اور ساتھی تھے اور معاصرت عظیم فتنہ ہے لیکن مولانا محمد عبد اللہ کے متعلق ان کی زبان سے بلند ترین کلمات کے گواہ اب بھی راولپنڈی اور ہزارہ میں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اور مولانا غلام غوث بھی تو درس و تدریس میں ان سے سینئر ہو کر بھی ان کے آستانہ پر عقیدت مندانہ انداز سے قربان ہوگئے۔ یہ بجائے خود ان کی عظمت کی دلیل ہے ان کے بعد ہمارے مخدومی مولانا خان محمد نے اس آستانہ علم و ہدایت کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لی اب اس مسند پر فروکش ہوئے انہیں ۳۶ برس ہوگئے ہیں لیکن ایک دنیا گواہ ہے کہ ان کے دم قدم سے اس آستانہ کی رونق برابر بڑھ رہی ہے۔ مولانا کو وقت کے اکابر اساتذہ سے کسب فیض کا موقعہ ملا۔ دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور طریقت کی نہر گھر میں بہہ رہی تھی کہ مولانا احمد خان ان کے بزرگ تھے اور یہ ان کے خاندانی

قریب ترین عزیز۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر ذاتی صلاحیت کا معاملہ بھی تھا کہ زمین شور میں اچھے سے اچھا تخم بھی ضائع ہوجاتا ہے اور سب سے بڑھ کر کہ توفیق الٰہی کا معاملہ کہ ابوالکلام راہ حق کے لئے توفیق الٰہی کے نتیجہ میں کسی صاحب نظر کی نظر کو سب سے بڑھ کر نعمت قرار دیتے ہیں۔ مولانا کو تعلیم کے بعد تدریس کے وسیع مواقع میسر آئے۔ شوق مطالعہ اور اچھی کتابوں کی جستجو کے ہم خود گواہ ہیں۔ قلم و قرطاس سے بھی ان کا مدتوں رشتہ رہا ایک زمانہ میں روزنامہ نوائے پاکستان لاہور میں مولانا مودودی کی فکر پر ان کے تنقیدی مضامین کی دھوم تھی۔ جن میں علم و منطق کا ایسا زور اور دلائل کی ایسی کاٹ تھی کہ جماعت اسلامی کے حلقے بلبلا اٹھے اور ایسی تدابیر اختیار کرنے لگے کہ مولانا کا قلم رک جائے لیکن ظاہر ہے کہ ایسا ممکن نہ تھا مولانا کی لڑائی ذاتی نہیں، اللہ کے لئے تھی۔ مختلف کتابوں پر ان کے مقدمات اور تقاریظ کی بھی ایک شان ہے اور معلوم ہوتا کہ انہیں قلم پر زبردست گرفت حاصل ہے ساتھ ہی خیالات و افکار میں تنوع ہے اور وہ کسی خاص گوشہ کے نہیں علم و ادب کی ہر شاخ کے شناور معلوم ہوتے ہیں ملک کی دینی قوتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ان کا سرپرستی کا رشتہ قائم ہے سبھی لوگ ان سے عقیدت کا واسطہ رکھتے ہیں اس لئے سبھی طبقات اپنے اپنے جلسوں اور محافل کی صدارت ان سے کرانا اپنی سعادت خیال کرتے ہیں اور مولانا بڑی محبت سے اور ہنسی خوشی ہر خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ مولانا سید یوسف بنوری کے انتقال کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے تو وہ امیر قرار پائے جبکہ مجلس احرار اسلام اور جمعیتہ علماء اسلام کے مختلف پروگراموں، مدارس کے جلسوں وغیرہ میں بھی وہ ہر ممکن شرکت فرماتے ہیں اور حتی الوسع کسی کو مایوس نہیں کرتے۔ مجلس احرار اسلام کے خاص طور پر ربوہ کے سالانہ پروگرام میں تو وہ بڑی باقاعدگی سے شرکت فرماتے ہیں اور شاہ جی کے فرزندان عزیز سے بڑی محبت کا تعلق رکھتے ہیں حضرت اقدس مولانا احمد خان اور مرشد گرامی محمد عبد اللہ سے شاہ جی کے تعلق خاطر سے وہ خوب آگاہ ہیں اور اس رشتۂ اخلاص کی ان کے دل میں بڑی قدر ہے مولانا محمد عبد اللہ کا جس دن انتقال ہوا ایک ذریعہ کے مطابق اس دن شاہ جی نے صبح ہی صبح اپنی اہلیہ محترمہ سے کچھ اس طرح کے الفاظ ارشاد فرمائے کہ آج کسی بڑے اور عظیم انسان کا سانحہ رونما ہوا ہے مجھے ایسے محسوس ہورہا ہے کہ گویا دنیا میں اندھیرا چھا گیا ہے اور اس کے کچھ ہی وقت بعد مولانا کے انتقال کی خبر ملی تو شاہ جی سخت غم زدہ ہوگئے وہ اپنی علالت و ضعف اور نقاہت کے سبب وہاں تو جا نہیں سکتے تھے لیکن ان کے غم و اندوہ کا حال دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ سچی بات ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے شاہ جی جیسا مرد کامل خوب جانتا تھا کہ مولانا عبد اللہ کون ہیں اور کس مقام کے حامل ہیں، اسی وجہ سے تو ان کے انتقال پر یہ حال ہوا؟ مولانا محمد عبد اللہ کے نام مولانا شبیر احمد عثمانی کا ایک خط "انوار عثمانی" نامی مجموعہ میں ہے، دارالعلوم کبیر والا کے بانی مہتمم۔ دیوبند اور ملتان قاسم العلوم کے سابق مدرس مولانا عبد الخالق جیسے عظیم عالم کے لئے مولانا شبیر احمد عثمانی نے مولانا عبد اللہ کو سفارشی خط لکھا کہ مولانا عبد الخالق کو اپنے حلقہ ارادت میں لے لیں۔ یہ سب باتیں مولانا عبد اللہ کے مقام رفیع کا پتہ دیتی ہیں اور یہ بھی ہے کہ حضرت شاہ جی نے اپنے فرزند برادر گرامی سید عطاء المومن بخاری صاحب کو تعلیم و تربیت کے لئے کچھ وقت خانقاہ سراجیہ رکھا جو اس خانقاہ سے ان کے تعلق اور اس خانقاہ کے بزرگوں پر ان کے اعتماد کا مظہر ہے۔ الغرض یہ خانقاہ جو سیدنا و مخدومنا صدیق اکبرؓ جیسے عظیم ترین صحابی رسول خلیفہ راشد و اول سے لیکر حضرت الامام مجدد قدس سرہ اور ان کے بعد بزرگا موسیٰ زئی شریف کی عظیم روایات کی حامل ہے، اس کی مسند کو مولانا احمد خان نے آباد کیا، ان کی جگہ مولانا عبد اللہ نے لی اور

اب مولانا خان محمد اس بزم و مجلس کے امیر و سر براہ ہیں اس خانقاہ نے علم و معرفت، دین و ہدایت، جہاد و حریت اور زندگی کے ہر شعبہ میں اعلیٰ روایات کا علم بلند رکھا اور اس مے خانہ سے ایک مدت سے ایک دنیا سیراب ہو رہی ہے، فیض پا رہی ہے، اس خانقاہ کے بزرگوں نے وقت پر دار و رسن کو بھی چوما، صعوبتیں بھی برداشت کیں، لیکن ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا کہ یہی مردان کامل و احرار کا شیوہ ہے اور انہی لوگوں کے دم قدم سے اس دنیا کی رونقیں آباد ہیں۔ خدا ایسے مراکز کو سدا آباد رکھے۔ (آمین)

امیرِ شریعت نمبر

قارئین کرام! اِنتظار کی گھڑیاں ختم ہونے کو ہیں اور حسبِ وعدہ ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت کی یادگار اور تاریخی اشاعت!

امیرِ شریعت نمبر

دسمبر ۱۹۹۲ء میں اِن شاءَ اللہ منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ اِس سلسلے میں چند باتیں قارئین کی توجہ کی مستحق ہیں۔

(۱) اِس نمبر کی عام قیمت =/100 روپے ہے۔

(۲) مجلد سفید کاغذ پر (لائبریری ایڈیشن) =/150 روپے

(۳) مستقل سالانہ خریداروں کو دونوں ایڈیشن نصف قیمت پر مہیا کیے جائیں گے۔

(۴) سالانہ خریدار فوری طور پر =/50 روپے (عام ایڈیشن) یا =/75 روپے (لائبریری ایڈیشن) منی آرڈر فرمائیں۔ تاکہ انہیں نمبر ارسال کیا جا سکے۔

(۵) جو احباب مستقل خریدار نہیں انہیں عام ایڈیشن =/85 روپے میں اور اعلیٰ ایڈیشن =/125 روپے میں فراہم کیا جائے گا۔ رقم پیشگی ارسال کریں۔

قیمت میں اضافہ

ہم گزشتہ ماہ کے شمارہ میں بھی اعلان کر چکے ہیں کہ کاغذ اور طباعت کے نرخوں میں شدید اضافے کی وجہ سے اِدارہ مُسلسل نقصان اُٹھا رہا ہے۔ اور اَب مزید خسارہ برداشت کرنے کا متحمل نہیں۔ یہ ہمارے مخلص اور ایثار پیشہ قارئین کے تعاوُن اور محض اللہ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے کہ پرچہ کسی ناغہ کے بغیر مُسلسل شائع ہو رہا ہے۔

اِن حالات کی بناء پر جنوری ۱۹۹۳ء سے پرچے کی قیمت میں حسبِ ذیل اضافہ کیا گیا ہے۔

- فی پرچہ =/۸ روپے
- سالانہ چندہ =/۱۰۰ روپے
- بیرونِ مُلک سالانہ چندہ =/۱۰۰۰ روپے
- مستقل خریدار قارئین سالانہ ممبر شپ کی تجدید کرتے وقت آئندہ مبلغ =/۱۰۰ روپے ارسال فرمائیں۔
- جو قارئین "امیرِ شریعت نمبر" اور سال بھر کے لئے پرچہ جاری کرانا چاہیں۔ وہ مبلغ =/۱۵۰ روپے منی آرڈر کریں۔
- منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ صاف لکھیں اور رقم کی وضاحت بھی تحریر کریں کہ کس مد میں ارسال کی ہے۔

اُمید ہے کہ قارئین حسبِ سابق ایثار کرتے ہوئے تعاوُن کا ہاتھ بڑھائیں گے۔ اِن شاءَ اللہ

سرکولیشن منیجر